ABSTRACT

Dr. Molvi Mohammad Shafi's letters to Dr. Ghulam Mustafa Khan

These letters were written to Dr. Ghulam Mustafa Khan in response to the guidance sought by him, earlier regarding his Ph.D research and, later, about many other literary issues during 1940 and 1960.

These letters have been published many times over from 1955 to 2003 in journals and in books including autobiography of Dr. Ghulam Mustafa Khan as well as written about him, authored by his students. But all these publications lacked explanatory notes that are imperative to compose hand and appreciate the encyclopedia knowledge of the wirter, Dr. Molvi Mohammad Shafi, a scholar par excellence.

This article reproduces those 17 letters along with delectated explanatory notes that provide historical back ground of poets, scholars, historians and rulers dispiestives referred in these letters.

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

تدوین اور تحشیہ: عابدہ ہما

مولوی محمد شفیع کے چند علمی مکتوبات بنام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان

اس مقالے کا مقصد ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان کے نام مولوی محمد شفیع کے خطوط معہ حواشی پیش کرنا ہے۔

یہ مکتوبات سب سے پہلے ''مجلس ارمغانِ علمی'' لاہور میں ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئے لیکن ان خطوط کے درست شمار کا علم نہیں، اس کی نشان دہی ڈاکٹر صاحب کے مضامین کے مجموعے ''سراج البیان'' کی فہرستِ مضامین سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ مکتوبات اسی عنوان سے ''نقوش'' شمارہ ۱۰۱، نومبر ۱۹۶۴ء میں (ص ۵۶ تا ۶۴) میں شائع ہوئے لیکن مقالہ نگار کا نام غلام حسین مصطفیٰ ڈاکٹر تحریر ہے جو کہ ایک گم نام شخصیت ہے۔ غالباً غلط نام کی وجہ سے ہی قارئین نے ان مکتوبات پر توجہ نہیں کی اور ایک لحاظ سے یہ خطوط گم نامی میں رہے۔ ''نقوش'' میں ان خطوط کی تعداد بارہ (۱۲) ہے۔ ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹر صاحب کے مقالات کے مجموعے ''سراج البیان'' میں بھی یہ خطوط شائع ہوئے یہاں ان کی تعداد سات (۷) ہے۔ یہ مجموعۂ مقالات، گابا سنز، کراچی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد یہی خطوط ۲۰۰۳ء میں ''ہمارے استاد ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان'' مرتبہ رشید احمد خان میں شائع ہوے۔ اس کتاب میں مکتوبات کی تعداد تیئس ہے۔ ان میں سے خط نمبر چار (۴) اور سات (۷) انگریزی میں ہیں جب کہ یہی خط ''سراج البیان'' میں اردو متن کے ساتھ موجود ہیں ہم نے اس مقالے میں اردو متن کو شامل کیا ہے اور یہ کہ ان خطوط کی اصل تعداد ۲۳ نہیں بلکہ سترہ (۱۷) ہے۔ اس جائزے کے مطابق

یہ مکتوبات متعدد بار شائع ہوئے لیکن تمام اشاعتوں میں کہیں بھی حواشی کا اہتمام نہیں ہے ماسوائے اُن خطوط کہ جو ''سراج البیان'' میں شائع ہوئے اوران پر ڈاکٹر صاحب نے مختصر حاشیہ تحریر کیے ہیں جسے ہم نے اس مقالے میں اسٹار (☆) کی صورت میں نمایاں کیا ہے جب کہ وہ حواشی جو گنتی میں ہے وہ راقمہ کی کوشش ہے اور یہ کہ ان خطوط میں املا تبدیل نہیں کیا گیا ہے۔ تمام خطوط زمانی ترتیب کے مطابقش امل کیے گئے ہیں۔ ان خطوط کی اہمیت اور افادیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انھیں حواشی کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ جس کا مقصد جہاں ایک طرف ان خطوط کی تحقیقی اہمیت کو اُجاگر کرنا ہے تو دوسری جانب ڈاکٹر صاحب کی علمی جستجو کو بھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر مسرور احمد زئی لکھتے ہیں کہ:

> ''یہ تحقیقی مقالہ ڈاکٹر صاحب کا پہلا طویل تاریخی اور غیر معمولی کام ہے جس میں تحقیقی حوالوں کے ساتھ شاعر کی زندگی، اس کی مصروفیات، کلام میں تراکیب ولفظیات، شاعر کی فکر اور رجحان، کلام کی خوبی و خامی کے علاوہ اس کے ممدوحین کے تاریخی واقعات کے ساتھ معاصرین کے کلام سے تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے جو یقیناً محنت طلب، صبر طلب اور وقت طلب کارنامہ ہے۔'' (ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان: حیات اور علمی ادبی خدمات، ص ۲۲۵)

(۱)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان (۱۹۱۲ء۔۲۰۰۵ء) تحقیق کے حوالے سے معتبر نام ہے۔ آپ نے بہ کثرت موضوعات پر تحقیقی و تنقیدی مقالات تحریر کیے۔ محقق کے بنیادی اوصاف، علوم وفنون میں مہارت، وسعتِ نظر، مطالعۂ تاریخی وتہذیب اور علم القرآن و حدیث، فارسی، عربی اور انگریزی پر مضبوط گرفت، یہ وہ بنیادی اوصاف تھے جو ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں نمایاں تھے۔ تاریخ ادب کے کئی تاریک گوشے آپ کی تحقیق کے نتیجے میں منور ہوئے۔ تحقیق کے لیے آپ نے جن موضوعات کا انتخاب کیا وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۹۳۸ء میں آپ نے سید حسن غزنوی پر پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھنے کا ارادہ کیا لیکن ڈاکٹر صاحب کے بہ قول ''اپنے پرائے سب ہی ہمت شکنی کر رہے تھے اس لیے یہ کام التوا میں پڑ گیا۔'' (سراج البیان، ص ۲۴۹)۔ نصف صدی پہلے جب یہ تحقیق منصۂ شہود پر آئی اس وقت وہ سہولیات حاصل نہیں تھیں جس کے تحت سفر کرنا اور مآخذ تک پہنچنا آسان ہو.... آپ نے مختلف بیاضوں، لغات اور تذکروں کا مطالعہ کیا۔ لندن اور پیرس سے اُس شاعر کے دیوان حاصل کیے۔ مخطوطات کی قرأت اور تصحیح کے لیے اساتذہ سے مدد حاصل کی.... آپ نے شاعر کے کلام کو مختلف نسخوں کی مدد سے تصحیح کر کے اسے ایڈٹ ہی نہیں کیا بلکہ اس دور کی تہذیب وثقافت، علمی وادبی ماحول، سیاسی اور سماجی حالات، شاعر پر معاصرین کے اثرات، معاصرین پر شاعر کے اثرات، اس کے ممدوحین کی شاہانہ زندگی کے ساتھ اس عہد کے طرزِ حیات کو بیان کرنے کے لیے سخت محنت اور اہتمام سے کام لیا۔ (ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان: حیات اور علمی وادبی کارنامے، ص ۲۲۵۔۲۲۶) اس قدیم شاعر پر اس کام سے پہلے معمولی حوالے اور مختصر تذکرے کے علاوہ کوئی جامع کام نہیں ملتا۔ اس کام کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''سر ہنری الیٹ نے غالب کے شاگرد نواب ضیاء الدین سے فرمائش کی تھی کہ مسعود سعد سلمان اور سیّد حسن غزنوی کے کلام سے تاریخی اشارات جمع کیے جائیں لیکن افسوس ہے کہ وہ اس طرف زیادہ توجہ نہیں کر سکے۔''

(چند فارسی شعرا،ص ۲۵۸)

ڈاکٹر صاحب نے ناگ پور یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور دل چسپ بات یہ ہے کہ آپ کے مقالے کا کوئی نگراں نہیں تھا۔ (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان: حیات اور علمی ادبی خدمات) اس مقالے کی تیاری میں جن اصحاب کا تعاون ہمہ وقت رہا ان میں نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمان خان شروانی اور پرنسپل محمد شفیع قابل ذکر ہیں ڈاکٹر صاحب مولوی محمد شفیع کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

''میں نے بہ کثرت علما و فضلا سے خط و کتابت کی لیکن بے دریغ یہ کہنے کو تیار ہوں کہ پرنسپل صاحب موصوف ہی مجھے ایسے بزرگ ملے جنھوں نے ہفتہ عشرہ کے اندر علمی جوابات عنایت کیے۔'' (سراج البیان، ص ۲۴۹)

سراج البیان میں اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ:

''پرنسپل صاحب جیسے بزرگوں کی ہمت افزائی اور ذرہ نوازی سے سیّد حسن غزنوی پر میرا تحقیقی مقالہ بعض فضلاً کے نزدیک ایک بیش قیمت علمی اضافہ ہے۔ اس شاعر پر ابھی ایک ایرانی پروفیسر جناب تقی مدرس رضوی نے بھی تقریباً ساٹھ صفحات کا مقالہ لکھا ہے اور وہ بھی تشنہ ہے۔'' (سراج البیان، ص ۲۵۱) آپ ایک اور موقع پر رقم طراز ہیں کہ: ''ان بزرگوں کی ہمت افزائی نے اور میری دقتوں اور پریشانیوں کو حل کرنے میں ایسی مدد فرمائی کہ نہ صرف میری ڈھارس بندھی بلکہ ۱۹۴۶ء میں، میرا مقالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔'' (سراج البیان، ص ۲۴۹)

(۲)

مولوی محمد شفیع عربی، فارسی، ادب، تاریخ اور فنونِ لطیفہ پر گہری علمی و ادبی بصیرت رکھتے تھے۔ ''متونِ فارسی کی تصحیح و تحشیہ پر بے نظیر محنت نے آپ کے نام کو بین الاقوامی شہرت بخشی، اسلامی وثقافت کے بارے میں آپ کی معلومات کسی جید عالم دین سے کم نہ تھیں، خطاطی و نقاشی ایسے فنونِ لطیفہ سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا ان فنون کی تاریخ اور مختلف ادوار میں ان کے اسالیب پر آپ کی گہری نظر تھی۔

فارسی، عربی، اردو، پنجابی، سندھی کے نادر و منفرد مخطوطات جمع کرنا آپ کا بے حد محبوب مشغلہ تھا جو کہ آخر دم تک قائم رہا مخطوطوں کی فہرست سازی سے بھی آپ کو بہت دل چسپی تھی چنانچہ آپ ہی نے سب سے پہلے علی گڑھ اور رام پور کے اہم نسخوں کا تعارف کرایا۔

ایک محقق میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے وہ ساری صفات آپ کی ذاتِ گرامی میں بدرجہ اتم موجود تھیں یعنی معیاری علمی ذوق، ادب و تاریخ سے والہانہ لگاؤ، دقتِ نظری، کمال احتیاط، وسعتِ معلومات، کتب مخطوطات سے بے پناہ محبت یہ سب ان کی طبیعت میں اس طرح رچی بسی تھیں گویا قدرت کی طرف سے ورثے میں ملی ہوں اور یہ کہ آپ صرف علم ہی سے محبت نہیں کرتے طالب علموں سے بھی محبت کرتے اور اپنے علم کو منتقل کرنے میں دیر نہیں کرتے تھے۔ آپ اُردو تحقیق کے فروغ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور مستشرق پروفیسر مینورسکی علامہ شفیع کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''وہ برصغیر کی بہت بڑی شخصیت ہیں، وہ فاضل اجل ہیں۔ میرے اپنے بہت سے شاگرد ہیں اور ان میں سے اکثر اپنے فن میں استاد مانے جاتے ہیں اس کے باوجود مجھے ان کے قدموں میں بیٹھنے میں انتہائی افتخار محسوس ہوتا ہے۔''

(مقالات محمد شفیع، جلد چہارم، ص ب)

پیر حسام الدین راشدی رقم طراز ہیں کہ:

''وسط ایشیا کی تاریخِ ادب یا فنونِ لطیفہ پر ہمارے ہاں سب سے اوّل مولانا ہی کی نظر پڑی اور انھوں نے ہی اپنی تحقیق اور تلاش کا موضوع اس کو بنایا۔ تیموریوں کی تاریخ ہو یا اس کی معارف پروری، مولانا ہی کے قلم نے پہلے پہل اس کو اُجاگر کیا۔ اس کی تاریخی اہمیت سے نہ فقط ہمیں متعارف کرایا بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں میں جو علما ان موضوعات پر تحقیق کر رہے تھے ان کی عقدۂ کشائیاں کیں۔'' (مقالات محمد شفیع، جلد اوّل، ص ۱۰۔۱۱)

آپ ۱۸۸۳ء میں قصور کے علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم سے طبعی مناسبت تھی ذہن رسا اور دماغ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا۔ ۱۹۰۴ء میں اسلامیہ کالج سے بی۔اے، ۱۹۰۵ء میں ایف سی کالج سے ایم۔اے (انگریزی) ۱۹۱۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے عربی اور ۱۹۱۹ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے ایم۔اے عربی (بذریعہ تحقیق) کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۱۹ء میں پنجاب یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر اور پھر اورینٹل کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ یونیورسٹی کی سینٹ اور سینڈیکیٹ کے رکن اورینٹل کالج کے ڈین فیکلٹی بھی رہے۔ ۱۹۴۲ء میں ملازمت سے سبک دوش ہوگئے۔ اس کے باوجود متعدد تعلیمی اداروں کے سرپرست تھے۔

وہ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۳ء تک اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ لاہور کے سربراہ رہے۔ انھیں خدمات کی بنا پر حکومتِ پاکستان کی جانب سے ۱۹۵۹ء میں ستارہ پاکستان کا اعزاز دیا گیا اس کے علاوہ خان بہادر کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔ آپ کو پروفیسر ایمریطس کا اعزاز بھی دیا گیا ہیں اور ۱۹۵۵ء میں شانِ سپاس بھی۔ مولوی صاحب کا انتقال ۱۴/ مارچ ۱۹۶۳ء کو لاہور میں ہوا۔

ان تمہیدات کے بعد اب ذیل میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان کا مقالہ پیش کیا جاتا ہے:

(۳)

علامہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب رح مرحوم (المتوفی ۱۹۶۳ء) اپنے علم و فضل کے لحاظ سے مسلمانانِ عالم کے لیے باعثِ فخر تھے۔ موجودہ دور میں جس قدر تحقیقی اور علمی کام انھوں نے کیا تھا اتنا کسی نے بھی نہیں کیا۔ اپنی اَن تھک محنت اور پیہم کوشش کی وجہ سے وہ جوانوں کو بھی شرما دیتے تھے اور مردہ دلوں کی محفل کو گرما دیتے تھے۔ ۸۰ سال کی طویل عمر کے آخری لمحوں تک وہ اپنے علمی مشاغل میں سرگرم تھے اور دوسروں کو بھی سرگرمِ عمل دیکھنا چاہتے تھے۔ راقم الحروف براہِ راست ان سے مستفیض رہا ہے اور ان کی شفقتوں سے ذاتی طور پر بھی بہرہ مند ہوا ہے۔ ذیل میں ان کے چند مکتوبات جو محفوظ رہ گئے ہیں بہ طور یادگار پیش کیے جاتے ہیں۔

ان مکتوبات سے اندازہ ہوگا کہ مرحوم کو علم سے کس قدر لگن تھی اور وہ اپنے شاگردوں کو کس طرح نوازا کرتے تھے۔ مکتوبات میں کوئی خاص القابات نہیں تھے۔ ''مکرمی تسلیم'' یا کبھی کبھی ''عزیز القدر سلمہٗ'' کے مشفقانہ الفاظ ہوا کرتے تھے۔ ایسے اعلیٰ ظرف اور سخت مصروفیات کی وجہ سے ذاتی حالات کبھی بھی تحریر نہ فرماتے تھے اور جواب فوراً دیا کرتے تھے۔ مخطوطات کی غلط قرأت کی تصحیح میں مرحوم کو جو ملکہ حاصل تھا اس کا عشرِ عشیر بھی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ سیّد حسن غزنوی کے ایک عربی شعر کی تصحیح کے لیے متعدد فضلاء سے

درخواست کی گئی۔ کہیں سے امید بر نہ آئی۔ وہ شعرانڈیا آفس کے نسخے میں اس طرح تھا۔

مسمـــوت الـطــرفــی بـدوبــه　　　ملبــاریــن لـدی الالـحـــان

اور برٹش میوزیم کے مخطوطے میں یوں تھا۔

مسـمـعـــات الـظــرفــی بـدوبــه　　　مســاریــن الـذی الالـحـــان

بالآخر مرحوم سے درخواست کی گئی اور انھوں نے فوراً اس طرح تصحیح فرمادی۔

مسـمـعـــات الـطیـرنـی شـدوبــه　　　بتبـــاربــن لـدی الالـحـــان

مرنا سبھی کو ہے لیکن ایسے فضلاء رہی کے متعلق کہا گیا کہ ''موت العالِم موت العالَم'' غالب نے سچ کہا ہے۔

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق　　　ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

''مخدومی قبلہ پرنسپل محمد شفیع صاحب مدظلہ میرے ان محسنوں میں سے ہیں جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور جب تک زندہ رہوں گا ان شاءاللہ ان سے استفادہ کرنے کا متمنی رہوں گا۔ میں نے ۱۹۳۸ء سے ارادہ کیا تھا کہ سید حسن غزنوی پر تحقیقی مقالہ لکھوں لیکن کنگ ایڈورڈ کالج امراوتی (برار) میں (جہاں میں لکچرر تھا) یا ناگ پور یونیورسٹی میں ایسے کام کے مواقع کم تھے اور اپنے پرائے سب ہی ہمت شکنی کررہے تھے اس لیے یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ پھر میرے شفیق بزرگ نواب صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمان خان شروانی مرحوم ومغفور نے میری ہمت افزائی فرمائی اور فاضل اجل قبلہ محمد شفیع صاحب نے میری بعض دقتیں جلد جلد حل فرمادیں اس لیے میری ڈھارس بندھ گئی اور اللہ کا نام لے کر کام کرنا شروع کردیا جو بحمداللہ سنہ ۱۹۴۶ء میں پورا ہوکر رہا۔''

(۴)

خطوط

(۱)

کمارہٹی۔ ضلع شملہ

۲۰، جولائی ۱۹۴۰ء

جناب مکرمی! تسلیم

مجھ کو امید ہے کہ آپ نے سیّد حسن غزنوی کے دیوان کے اچھے اچھے نسخے جمع کر لیے ہوں گے۔ میں نے ان کا دیوان نہیں دیکھا۔ کیا آپ اس دیوان کو مرتب کرنا چاہتے ہیں؟ یا اصل موضوع آپ کا سلطان بہرام شاہ کے عہد کی تاریخ ہے معلوم نہیں سوائے دیوانِ حسن کے اس عہد کے لیے کوئی اور مواد بھی آپ کے پاس سوائے مشہور تاریخوں کے ہے یا نہیں۔ ان تاریخوں میں تو اتنا مواد نہیں کہ اس سے کتاب مرتب ہوسکے۔

باحلیم کے متعلق آپ Islamic Culture of April 1938 ملاحظہ فرماویں۔ مضمون کا عنوان ہے: Fresh Light on the Ghaznavids قصیدہ میرے سامنے نہیں ہے تو میں کیا کہوں؟ لیکن آپ اس مضمون اور قصیدے کو ملا کر پڑھیں شاید مفید ہو ورنہ قصیدہ سارا سامنے ہو تو کچھ عرض کروں۔

لاہور میں کوئی قلعہ عہد غزنوی کا موجود نہیں۔ موجودہ قلعہ عہدِ اکبری کی یادگار ہے۔ ممکن ہے اس کا محل قدیم ہو مگر یقینی نہیں۔ پشتوارہ لغت میں: =ا۔ آن مقدارِ بار کہ بہ پشت توان کشید

=۲۔ پشتیبان وآں چوبسیت کہ بجہت استحکام دیوار یک سرِ آں رابدیوار وسرِ دیگر رابرزمین نصب کنند وچوب پشتِ در۔

=۳۔ پشت وپناہ

=۴۔ گاؤتکیہ (فرہنگ آنندراج)

غرض باپشتوارہ سے مراد یہ ہے کہ اس کی دیواروں کو پشتی بانوں سے محکم اور مضبوط کیا گیا تھا۔ ان چیزوں کو آج لاہور میں کیسے ڈھونڈا جا سکتا ہے؟

پنجاب کا مفصل نقشہ تو Survey of India کا نقشہ ہے مگر سوالک اور اُچ ہر نقشے میں ملے گا۔ کوئی اچھی سی اٹلس دیکھ لیں۔ منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے ہاں سے تین چار روپے میں پنجاب کا دیواری نقشہ ملتا ہے مگر اس کو کیا کیجیے گا، اٹلس آپ کو کام دے گی۔ سوالک کے متعلق بہت جھگڑا ہے اس کے قدیم اور موجودہ استعمال میں فرق ہے۔ حافظ محمود شیرانی[۳] نے اس کے متعلق اورینٹل کالج میگزین[۴] میں کچھ لکھا تھا۔ اس کا حوالہ زبانی نہیں دے سکتا۔ میں یہاں پہاڑ پر بیٹھا ہوں اور شیرانی کالج[۵] کے بند ہونے کی وجہ سے معلوم نہیں کہاں ہیں۔

افغانستان اور پنجاب دونوں کے لیے Bartholomews Hand Atlas شاید آپ کا کام دے جائے۔ مفصل ترین نقشہ افغانستان کا بھی Survey of India والا نقشہ ہے۔ رسالہ کابل کے سالانہ نمبروں میں بھی متعدد دفعہ افغانستان کا نقشہ چھپا ہے۔

بہرام شاہ[۶] کی قبر اگر لاہور میں ہے تو کسی کو معلوم نہیں۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ فلاں قبر بہرام شاہ کی ہے۔ والسلام!

دستخط: محمد شفیع

قصیدہ:

” اجل زان خدنگ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ سوے جان خصم تو رہبر گرفتہ؟

ز پیلان چون کوہ تازان بہیجا؟

تو برخنگ دولت چو خورشید تاباں؟

(رہ آن جہان گرفتہ میں کوئی لفظ رہ گیا ہے)

بانصاف دجال باخر گرفتہ (نصاف الخ)

بحمد اللہ اکنون نہ بینم الخ (نہ بہ بینم الخ)

بمنزل گہ شیرآھونشستہ	(یاکوئی اور ایسا ہی لفظ)
گیائے نوان	(نہ کیائے نوان) بمعنی گیا ہے
چوزد پیرہن	(بظاہر چو زریاشاید چو زو)
بحمد اللہ اکنون نہ بینم	(بجای بہ بینم)
بدان پائے وسر	(بجای بران پائے وسر)
چوخورشید جامی کہ گوئی حیابش	(بجائے حیاتش)۔ دوسرا مصرعہ غیرواضح
بہ تیرتو اور دوخنجر گرفتہ	(بجائے خنجر)
نہالی چنان	(بجائے نہال جہاں)
ہم ام نہروان تا قہستان	(بجای تاقہاں)''

(۲)

کمارھٹی۔ضلع شملہ

۲۷،اگست ۱۹۴۰ء

مکرمی! تسلیم

عنایت نامہ ملا۔ ہمارے ہاں کالج میں سروے آف انڈیا کا نقشۂ افغانستان ہے۔آپ جن مقامات کو دیکھنا چاہتے ہیں ان کی فہرست مجھ کو بھیج دیں، میں واپسی پر ان شاءاللہ دیکھوں گا۔

'آداب الحرب' اِب تک نہیں چھپی۔اس کا کچھ حصہ (بعض اقتباسات) میں نے اورینٹل کالج میگزین لاہور میں چھاپے تھے اور مس اقبال شفیع نے غزنویوں کے متعلق تمام اقتباسات (جن کا ترجمہ آپ نے Islamic Culture میں ملاحظہ کیا ہے) اسی میگزین میں چھپوائے تھے۔گویا ساٹھ ستر صفحے اس طرح سے چھپ گئے۔شاید کہ اس سے زیادہ ہوں۔برٹش میوزیم والے نسخے کا عکس پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی ملکیت ہے۔انہی کے پاس موجود ہیں۔'شجرۂ انساب'[۲] ناپید ہے۔مجھ کو معلوم نہیں وہ کیا ہوا البتہ Sir Dension Ross نے تاریخ مبارک شاہی[۳] کے نام سے اسی مصنف کی ایک تالیف کے بعض اجزاء چھاپے تھے۔اس میں اقوام اتراک کا ذکر کیا تھا۔پہلے انھوں نے 'عجب نامہ' میں اس پر مضمون لکھا تھا پھر اس رسالے کے بعض اجزا اور ترجمہ چھاپا تھا۔اس میں سیّد حسن غزنوی کا ذکر نہ تھا۔

والسلام!

دستخط: محمد شفیع

(۳)

مورخہ ۱۳، ستمبر ۱۹۴۰ء

مکرمی! تسلیم

رشید الدین وطواط کے رسائل (خطوط) مصر میں دو حصوں میں طبع ہو چکے ہیں۔ کمیاب ہیں۔ میرے کتاب خانے میں ایک نسخہ ہے۔ مجھ کو یاد نہیں کہ ہمارے ہاں پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں یہ نسخہ ہے یا نہیں۔ وطواط کا حال صاحب دیبۃ القصر نے مفصل دیا ہے۔ ہالینڈ میں اس کا نسخہ ہے۔ فوٹو منگوا کر میں نے اورینٹل کالج میگزین میں اکثر حصہ چھپوایا۔ اس میں بھی بعض خطوط کے اقتباسات دیے ہیں مگر یہ سب کے سب خطوط مطبوعہ رسائل میں موجود ہیں۔ اگر گیلان اور کرمان افغانستان میں ہیں تو مجھ کو معلوم نہیں۔ آپ کس طرح سے یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ وہ افغانستان میں ہیں۔ آبِ گرم، قندھار کی طرف کوئی جگہ سرحد ہندوستان پر تھی جس کا ذکر کتاب الحرب والشجاء میں ہے۔ رخ نہیں رُخج ہے جو سیستان کا ایک شہر تھا۔

محمد شفیع

(۴)

انگریزی خط کا اردو ترجمہ

مکرمی، تسلیم　　　　　　　　　　　　مورخہ ۷ اپریل ۱۹۴۳ء

آپ کا خط ملا۔ ''شیرِ علَم'' کے متعلق جو اشعار آپ نے نقل کیے ہیں وہ استعارے نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں ''علم'' پر شیر بنا ہوتا تھا۔ دیکھیں۔ دیوان مسعود سعد سلمان (مرتبۂ رشید یاسمی، تہران، ۱۳۱۸، صفحہ ۵۶۳):

خشتِ او بس کہ کند شیران کم

شیرِ گردون بماند و شیرِ علم

مسلمانوں کے ''علم'' کے متعلق دیکھیں:

Hasting's Encyclopaedia of Religion and Ethics XII, 145 S.V. Symbolism (Muslim).

محمد شفیع

(۵)

مکرمی، تسلیم　　　　　　　　　　　　مورخہ ۶ مئی ۱۹۴۳ء

میں آپ کو شیرِ علم کے متعلق لکھ چکا ہوں۔ آپ کسروی کا مضمون ''تاریخچۂ شیر و خورشید'' ارمغان (تہران کا ماہنامہ =.XI 542 Sqq) دیکھیں۔ یہ ماہ نامہ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔

محمد شفیع

(۶)

مکرمی! تسلیم

عنایت نامہ ملا۔ کرَمان کے متعلق یاقوت نے معجم البلدان طبع یورپ ج ۴ ص ۲۶۶ پر لکھا ہے: "**کرمان ایضاً مدینه بین غزنه دبلاد الهند من اعمال غزنه بینهما اربعة ایام اونحوها.**"

فہرست اعلام میں غزنوی بادشاہوں کے متعلق وہی ماخذ دیکھیے جو مشہور ہیں۔ طبقاتِ ناصری۲ آپ کے سامنے ہے۔ راورٹی کے حواشی بھی دیکھیے یعنی ترجمۂ طبقات ج ا ص ۶۷ تا ۱۱۵۔ ابن اثیر۳ بھی دیکھیے اور ماخذوں میں Barthold J.A.S Turkistan, Gibb Trust Publication بھی مفید ہے۔ Bengal 1886 LV. 1st Part میں ایک مضمون The Decline of the Jawanis بھی شاید کچھ مفید ہو۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۲ ص ۱۶۳ پر دیکھیے۔

"وزراء کے لیے وہ کتابیں دیکھیے جو وزرا کے حالات پر ہیں۔ سلطان سنجر کے لیے Encyclopadia of Islam اور راحۃ الصور راوندی اور ایسے ہی اور مآخذ دیکھیے۔ محمود بن بغرا خان غالباً ایلک خانی (آل افراسیاب) سے ہے۔ ان کا شجرہ اور سنین Zambour کی کتاب Manuel de Genalogie کے ص ۲۰۶ پر دیکھیے۔"

علماء کے حالات طبقات کی کتابوں میں شاید ملیں۔ مثلاً "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ"۴ وغیرہ میں۔ اگر ان میں سے بعض شافعی تھے۔ اگر کوئی حنفی تھے تو طبقاتِ حنیفہ میں دیکھنے چاہئیں۔ تاریخ بیہق۵ علی زید بیہقی۶ کی بھی شاید مفید ہو۔ رسالوں کے لیے کالج والوں کو لکھ رہا ہوں میں ان شاءاللہ ۲۷، کو لاہور واپس جا رہا ہوں۔ وطواط والا مضمون شاید آپ کو مفید نہ ہو، اس لیے کہ آپ کو تو صرف وہ نام چاہئیں جن کی تلاش میں آپ ہیں۔ ہر مضمون میں خطوں کے اقتباسات ادبِ عربی کے نقطۂ نظر سے دیئے گئے ہیں۔

والسلام محمد شفیع

(۷)

انگریزی خط کا اردو ترجمہ

جنابِ من! تسلیم

نزہت القلوب۷ ص ۱۰: سقسین و بلغار ۳۲ درجہ مکہ مکرمہ سے ۵۰۷ فرسنگ کے فاصلے پر۔

ص ۲۱: ایران کے حدود شمال میں:۔ سند، کابل، صغانیان، ماوراء النہر" خوارزم تا حدود سقسین و بلغار" (ملاحظہ کیجیے زیرِ تحریر مقالے کا آخری صفحہ)

ص ۲۳۹: بحرِ خزر (Caspian Sea) کے متعلق کہا ہے: "برطرفِ شرقِ ایں دریا خوارزم و سقسین و بلغار است و بر شمال دشتِ خزر و بر غرب الان کوہ و کوہ لگزی و اران و بر جنوب جیلان و مازندران۔"

ص ۲۵۹: سقسین و بلغار دو شہر کوچک است از اقلیم ۶، صحاری و ولایاتِ بسیار بداں منسوب است۔ اکثر مو ینہ از

آنجا آوردند معجم البلدان، یاقوت ۴:۶۷

منقشلاغ حدود خوارزم میں ایک مضبوط قلعہ ہے جو حدود خوارزم کے آخر میں ہے۔ وہ خوارزم سقسین اور نواحی روس کے درمیان واقع ہے اور اس بحر سے قریب ہے جس میں جیحوں گرتا ہے یعنی بحرِ طبرستان۔

حاصل اُوپر کی عبارتوں کا یہ ہے کہ ایک شہر جس کو سقسین کہتے تھے وہ 67 E. Long and 53 N Lat پر دریائے یبق (ارال) کے کنارے تھا۔ Sprumer Menke, Historical Atlas میں علاقہ سقسین اسی نواح میں دکھایا ہوا ہے (بارھویں صدی عیسوی) دیکھیں اس کی منسلکہ نقل۔ پندرھویں صدی عیسوی میں یہ وجوہ ہیں۔ حملہ ہائے مغول میں وہ موجود تھا چنگیز خان نے اس کو فتح کیا۔ گزیدہ ۱:۵۷۲)

اس کے محلِ وقوع کے متعلق اختلاف ہے بعض مصنفین نے اس کو Drieper بعض نے Volga کے کنارے بھی اس کا محلِ وقع متعین کیا ہے۔

بظاہر نقشے والا محل زیادہ قرینِ قیاس ہے یہ علاقہ تقریباً وہاں ہوگا جہاں اب Overberg کا علاقہ ہے۔

حدود العالم۲ کے ایڈیٹر نے صفحہ ۴۵۳ پر ایک نوٹ لکھا ہے جس میں سقسین کو اتل شہر کے مترادف قرار دیا ہے۔ اس شہر کا محلّ وقوع استرخان سے اوپر اور دریائے والگا (اتل) کے دہانے پر تھا۔

بہر حال ''سقسین'' کا ہندوستان سے کوئی علاقہ نہیں۔

(۸)

اورینٹل کالج لاہور

مکرمی! تسلیم

خط ملا۔ ارسلان۱ بے شک آلِ داؤد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی ماں داؤد سلجوقی کی پڑ پوتی تھی یا یوں کہنا چاہیے کہ مہدِ عراق۲ (زوجہ مسعود ثالث) داؤد کی پڑ پوتی تھی۔ بظاہر ارسلان اسی کے بطن سے تھا مگر یہ تاریخ میں دیکھنا چاہیے۔۳ بمبئی ایڈیشن مسعود سعد سلمان۴ کا دیوان پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔

والسلام! محمد شفیع

داؤد طغرل بک۵

الپ ارسلان۶

ملک ارسلان

مہدِ عراق (زوجۂ مسعود ثالث ابنِ ابراہیم غزنوی)

سنجر ۷ ملک ارسلان بہرام شاہ

مسعود کی بیوی مہدِ عراق، ملک شاہ بن الپ ارسلان بن داؤد کی بیٹی ہے پس ارسلان ماں کی طرف سے آلِ داؤد سے متعلق ہے۔

(۹)

University - of - the Punjab

Department of Urdu Encyclopedia of Islam

K.B.M Mohammad Shafi (M.A. (P) M.A (CANTAB), Chairman Editorial Board.

Urdu Encyclopedia of Islam, University of the Punjab, Lahore.

No. 103/Contr. University Buildings, Lahore. 26-01-1955 *

مکرمی! وعلیکم السلام

۲۰، جنوری کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ مہربانی سے ذیل کے مضامین پر اس طرز کے مقالے لکھیے جیسے لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں فارسی شعراء پر موجود ہیں:

۱۔ اریب صابر[۱] ۲۔ سوزنی[۲] ۳۔ عماری غزنوی[۳] ۴۔ عماری شہریاری[۴] ۵۔ نجیب الدین جرباذقانی[۵]

ذیل کے مقالے، لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں موجود ہیں ان کی نظر ثانی مطلوب ہے۔

۱۔ ملک ارسلان ۲۔ نسائی ۳۔ عبدالواسع جبلی[۶] ۴۔ معزی

امید ہے کہ آپ کے پاس لائیڈن انسائیکلوپیڈیا موجود ہے جو آرٹیکل آپ رکھتے جائیں وہ بھیجتے جائیں۔ لیکن مجھ کو اپنی پہلی فرصت میں اطلاع ★ ضرور دیجیے کہ آپ مندرجہ بالا مقالے جلد لکھیں گے۔

والسلام! محمد شفیع

(۱۰)

یکم اگست ۱۹۵۹ء

عزیز القدر خان صاحب!

۲۷، جولائی کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا کوئی فارسی دیوان کتب ماخذ میں مذکور نہیں۔ نول کشور نے رطب و یابس ہر قسم کی کتابیں شائع کیں۔ اس میں یہ دیوان بھی ہوگا۔ اس کا نسخہ میرے سامنے نہیں ہے اس لیے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دیوان کس کا ہے۔ اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا پہلا اور دوسرا فیسیکیول چھپ گیا ہے اور تیسرا زیرِ طبع ہے۔ ان کے ملنے کا پتہ یہ ہے:

''یونیورسٹی سیلز ڈپو پنجاب یونیورسٹی لاہور''

قیمت فی فیسیکیول یونیورسٹی نے پانچ روپے رکھی ہے۔ والسلام! مخلص

دستخط (محمد شفیع)

۳۱، اگست ۱۹۵۹ء

مکرمی!

آپ نے اگلے دن ''دیوانِ محیی'' ★★★ کے متعلق دریافت فرمایا تھا۔ یہ دیوان نول کشور نے ایک مرتبہ بلا تاریخ اور ایک مرتبہ ۱۸۶۹ء میں چھپوایا تھا (جو میرے سامنے ہے) شاید اور ایڈیشن بھی ہوں۔ اس کے قلمی نسخہ کا حال ریو فہرست نسخ فارسیہ در برٹش میوزیم ص ۶۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔ اس نسخہ میں بھی (مطبوعہ نسخوں کی طرح) شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ (م ۵۶۱ ھ) کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ شپرنگر: فہرست اودھ ص ۵۰۱ پر بھی ایک نسخہ کا حال دیا گیا ہے مگر وہ برٹش میوزیم کے نسخہ کے ساتھ نہیں ملتا اور ۱۸۶۹ء کا مطبوعہ نسخہ ہے اس کا آغاز یہ ہے:

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما　　　که کسے نیست بجز دردِ تو درخانۂ ما

فہرست شپرنگر والے نسخہ کا آغاز بھی یہی ہے۔ شپرنگر نے ایک اور نسخہ کا ذکر بھی کیا ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے جس کا آغاز اور ہے اور شاعر کا تخلص قادری ___ مگر برٹش میوزیم کے نسخہ کا آغاز یہ ہے:

اے تمنای جمالت جانِ جانہا سوختہ　　　آتشِ سودای عشقت خانمانہا سوختہ

یہ غزل ۱۸۶۹ء کی طباعت میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ غرض یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو تین شاید علیحدہ علیحدہ دیوان حضرت شیخ کی طرف منسوب کر دیے گئے ہیں۔ یہ قیاس ہے صحیح فیصلہ ان نسخوں کو دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

''ریو'' نے ٹھیک لکھا ہے کہ وہ حضرت شیخ کے معتبر مصنفات کی فہرست میں کوئی دیوان مذکور نہیں۔ یہ محیی غالباً کوئی اور شاعر ہے۔ محیی لاری صاحب ۶ فتوح الحرمین کو بھی نول کشور کے اڈیشن (۱۲۹۲ء) میں حضرت شیخؒ ہی کی طرف منسوب کر دیا گیا تھا (ریو: فہرست مذکور ص ۶۵۵)

دیوان مطبوعہ کی زبان اور تخیل ساتویں صدی کی زبان اور حضرت شیخ کا تخیل نہیں معلوم ہوتا۔ دنیا کو قلندر خانۂ عشق کہا ہے (۴۴) قلندروں کا ذکر غالباً شیخ کے زمانے کے بعد کا ہے۔ بنگ خوری کا ذکر بھی ص ۶ و ۱۳ پر آیا ہے۔

بنگ کا رواج غالباً شیخ کے زمانے میں نہ تھا۔ خطط مقریزی (منقول در ڈیساس: کتاب الانیس المفید ۱:۱۱۶) پر ہے کہ عراق میں بنگ کا رواج ۶۲۸ ھ سے شروع ہوا۔ اس سے پہلے ''لم یکن یعرف اکلہا اھل العراق۔'' خراسان میں شیخ حیدر سرِ سلسلۂ حیدریہ (متوفی ۶۱۸ ھ) نے بنگ نوشی کا رواج ۶۰۸ ھ کے قریب اپنے متبعین میں شایع کیا۔ پھر سنہ مذکورہ ۶۲۸ ھ میں عراق میں اس کا رواج ہوا۔ بعض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے پیر رتن (حاجی رتن مدفون بٹھندہ) نے ہندوستان میں بنگ کا استعمال شروع کیا۔ وہاں سے بنگ ۶۲۸ ھ میں یمن میں، وہاں سے فارس، وہاں سے عراق، روم و شام و مصر میں پہنچی۔ بہر حال مقریزی کے بیان سے ظاہر ہے کہ شیخ

کے زمانے میں اس کا رواج عراق میں ابھی نہ ہوا تھا۔ PARA ص ۲۲ پر ایک شعر کا مضمون ہے کہ ''لافِ سخن مزن ہنوزت خدمتِ استاد باید کرد۔''

شیخ سے کہا توقع ہے کہ وہ فارسی شعر گوئی کی مشق استاد کی رہنمائی میں کر رہے ہوں گے؟

ص ۵۸ پر معشوق سے کہہ رہے ہیں:

میل دائم جانب زندانِ بازاری کنی

یہ شیخ کا کلام ہو سکتا ہے؟ مصنف دیوان (دیوان ص ۱۰، ۱۱، ۲۲) میں اپنی ''آخر عمر'' اور پیری کا ذکر کر رہا ہے۔ دیوان مطبوعہ ص ۳۵ پر ہے:

بارِ امانت گراں بندۂ توئی ناتواں　　　بارِ ترامی کشم محیی گیلانِ خویش

اس شعر کے باوجود حضرت شیخ کی طرف اس انتساب کو صحیح ماننا بہت مشکل ہے۔ تذکروں میں محیی شاملو ایک محیی ہمزمانِ شاہ طہماسپ میر محیی، محیی شیرازی وغیرہ کا ذکر آیا ہے مگر محیی گیلانی ان میں نظر سے نہیں گزرا۔ تعجب ہے صاحب صبح گلشن سے کہ مطبوعہ دیوان کی پہلی غزل کے چند شعر جناب شیخ کے ترجمے میں ص ۳۹۰ پر دیے ہیں گویا وہ دیوان کو آپؒ کی طرف صحیح طور پر منسوب مان رہے ہیں۔ والسلام!

مخلص:

دستخط (محمد شفیع)

مکرر یہ کہ ممکن ہے یہ سطور میں پریس میں دے دوں آپ کے ذکر کے بغیر۔

(۱۲)

۷، ستمبر ۱۹۵۹ء

مکرمی!

آپ کا عنایت نامہ ابھی پہنچا۔ سندھ میں روزانہ اخبار ''مہران'' کے نام سے سندھی میں شایع ہوتا ہے۔ انھوں نے مجھ سے اپنے سالانہ نمبر کے لیے مضمون مانگا ہے۔ کوئی مضمون تیار نہیں نہ تیار کرنے کی فرصت ہے۔ دفع الوقتی کے خیال سے میں چاہتا ہوں کہ یہ خط جو دیوان کے متعلق ہے انھیں بھیج دوں بشرطیکہ انھیں یہ مطلوب ہو۔

آپ نے جو حوالے دیے ہیں وہ اکثر قابل توجہ ہیں لیکن میری ایڈیشن میں ان میں سے متعدد نظر سے نہیں گزرے، دوبارہ دیکھوں گا، شاید پہلی قرأت میں نظر نہ پڑے ہوں۔

تخلص کا مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے۔ سنائی۱، انوری۲ وغیرہ غزلوں میں اکثر تخلص لا رہے ہیں۔ ہاں یہ بات غور طلب ضرور ہے کہ یہ غزلیں کہاں تک ان شعراء کی طرف درست طور پر منسوب ہیں۔

جناب شیخ عباسی دور میں تھے اور سیاہ پوشی عباسیوں کے یہاں رائج تھی۔

جن الفاظ کا آپ نے ذکر کیا ہے ان کا تتبّع اگر ہو سکے تو مفید مطلب ہے لیکن یہ کام عجلت کے نہیں ہیں۔ ان الفاظ کو لٹریچر میں تلاش کرنا پڑے گا مثلاً ''تابوت'' ہی کو لے لیجیے یہ کلیاتِ سعدی میں موجود ہے اور فرہنگِ آنندراج میں اس سے معنیِ معلوم میں استناد کیا گیا ہے اگرچہ ''کلیات'' طبع ایران میں اس قصیدے کے منسوب بہ شیخ سعدیؒ ۱۳ بتایا گیا ہے۔ یعنی اس کا سعدیؒ کے کلام سے ہونا محقق نہیں۔ بہرحال ان الفاظ کا تتبع کیجیے شاید کوئی مفید مطلب نتائج حاصل کر سکیں۔

والسلام!

مخلص: دستخط (محمد شفیع)

(۱۳)

۲۲ر ستمبر ۱۹۵۹ء

مکرمی!

میں نے ایک خط میں وہ وجوہات بیان کیے تھے جن کی بنا پر میں مطبوعہ دیوان حضرت غوثِ اعظمؒ کو ان کی طرف صحیح طور پر منسوب نہیں مانتا۔ میں نے اس کی نقل رکھی تھی مگر وہ اب نہیں ملتی۔ اگر ممکن ہو تو وہ خط چند دن کے لیے میرے پاس واپس بھیج دیں۔ بعد مراجعت اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اس زحمت دہی کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ والسلام!

مخلص: دستخط (محمد شفیع)

(۱۴)

۵ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

عزیز القدر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب سلمہٗ!

''دیوان محیی'' کے متعلق کاغذ موصول ہو گیا، شکریہ! بعد مراجعت وہ واپس کر رہا ہوں۔ مقریزی ۱ نے خراسان اور فارس کے رواج کا اعتراف کیا ہے مگر شاید عراق کا نہیں۔ صاحب زادہ ☆ فضل اللہ فاروقی کے حسبِ حال لائبریری میں دو سو کی ایک آسامی خالی ہے جو چھ چھ ماہ کے بعد قابلِ تجدید ہوتی ہے۔ میں ان کی عرضی وائس چانسلر صاحب کو بھیج تو رہا ہوں۔ اگر صاحبِ موصوف نے توجہ فرمائی تو اطلاع دوں گا۔ آپ کو ان پر اور ان کی اہلیتوں پر پورا اعتماد ہے؟ اگر وہ لاہور آنے کے صرفہ کے متحمل ہو سکیں اور مجھے مل لیں تو میں وثوق کے ساتھ ان کے متعلق کچھ کہہ سکوں۔

''میخانہ'' ۲ اب کلیتہً نایاب ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ایران میں بھی مطلوب ہے۔ اگر سو نسخے نکل سکیں تو طباعتِ ثانیہ کا بندوبست کروں۔ مطلع سعدین ۳ کی جلد اوّل بھی اب نایاب ہے۔ صرف جلد دوم ملتی ہے۔ والسلام!

مخلص: دستخط (محمد شفیع)

(۱۵)

۳۱، اکتوبر ۱۹۵۹ء

عزیز القدر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سلّمہٗ !

مبارک باد کا بہت بہت شکریہ۔ آپ ہی لوگوں کی دعاؤں سے یہ اعزاز ★★ مجھے ملا ہے۔ آپ کی ترقیٔ درجات کے لیے دعا ہے۔

آپ کا عنایت نامہ اس سے پہلے بھی موصول ہوا تھا۔ مقریزی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ خراسان میں حشیش کا استعمال تھا عراق میں نہیں تھا اس لیے باطنیوں کی بھنگ خوری سے انکار نہیں۔ صرف یہی کہا گیا ہے کہ جہاں حضرت شیخ★ تھے اس کا رواج نہ تھا۔

دعواتِ صالحہ

مخلص دستخط (محمد شفیع)

(۱۶)

۱۰/دسمبر ۱۹۵۹ء

عزیز القدر ڈاکٹر صاحب سلمہٗ !

۷/دسمبر کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ بہت بہت شکریہ!

''میخانہ'' کی طباعت موجودہ حالات میں ذرا مشکل ہے بجز اس صورت کے کہ اسے بجنسہٖ سابق ایڈیشن کے مطابق چھاپ دیا جائے لیکن میرا دل نہیں مانتا کیونکہ زائد مواد فراہم ہو چکا ہے۔ اگر آپ یہاں کہیں قریب ہوتے تو آپ یہ کام سرانجام دیتے۔ مطلع السعدین کی جلد اول حد سے زیادہ نایاب ہے۔ دائرہ معارف کے کام نے یہ تمام مشاغل روک دیے ہیں۔ اب آئندہ دیکھیں کوئی صورت پیدا ہوتی ہے یا نہیں۔

فاروقی صاحب★ کو تاکید لکھیں کہ کارِ مفروضہ محنت اور ہوشمندی سے سرانجام دیں۔ ان کی کامیابی کا دارومدار کام پر ہے۔

والسلام!

مخلص دستخط (محمد شفیع)

(۱۷)

۲، جولائی ۱۹۶۰ء

مکرمی!

مئی کے وسط میں آپ کا ایک عنایت نامہ ملا تھا۔ اب وہ کاغذ پھر میرے سامنے آیا ہے، یاد نہیں پڑتا کہ اس کا جواب دے چکا ہوں یا نہیں۔ اس لیے مکرر لکھتا ہوں۔ مولوی محمد مسعود احمد صاحب تشریف لائے تھے، ان سے ان کے مقالے کے متعلق مفصل گفتگو ہوئی بلکہ دلی جانے کے بعد بھی انھوں نے دو ایک خط لکھے ہیں اور بعض مسائل دریافت کیے ہیں۔

دیوانِ محیی پر مقالہ ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ ''مہران'' والوں کی فرمائش پر انھیں بھیجنا چاہتا تھا مگر ان کی طرف سے تقاضا نہ آیا اور یوں اس کے سندھی میں چھپنے سے مجھے خاص دلچسپی بھی نہیں اس لیے وہ ابھی تک پڑا ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ اس کی صورت سوال و جواب کی تھی۔

دیوان احمد جام★ کی نسبت جناب احمد سے ممکن ہے مشتبہ ہو لیکن ظہیرا کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ایک تو اس کا دیوان ہی مختصر ہے دوسرا یہ کہ پرانی کتابوں میں ظہیر کے جو اشعار اتفاقاً آ گئے ہیں وہ دیوان میں ملتے ہیں۔ آپ دیوان کے اشعار کا تذکروں سے مقابلہ کر دیکھیے۔ مثلاً مجمع الفصحا، لباب الالباب، دولت شاہ سے اور جو تذکرے آپ کو میسر آ جائیں ان سے۔

میں نے ایک دفعہ پوچھا تھا کہ حیدرآباد سے قریب ہی کوئی جگہ سید پور۲ بھی ہے کہ نہیں؟ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر ہو سکے تو توجہ فرمائیں۔

والسلام

مخلص (دستخط محمد شفیع)

حواشی: الف

خط نمبر ۷

★ بعد کے سارے خط اسی لیٹر فارم پر لکھے گئے۔

★★ ڈاکٹر صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں ۱۵ مضامین انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے لیے بھیجنے کا موقع حاصل ہوا۔

خط نمبر ۹

★ دیوانِ محی گیلانی کو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے منسوب کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اسی کے لیے لکھا تھا۔ راقم الحروف نے پھر ایک صاحب سے ان کے ایم۔ اے کے لیے اسی موضوع پر مقالہ لکھوایا تھا۔

خط نمبر ۱۲

★ میرے دوست ہیں جن کی ملازمت کے لیے ڈاکٹر صاحب نے کوشش فرمائی تھی۔

خط نمبر ۱۳

★ ڈاکٹر صاحب کو حکومت پاکستان کی طرف سے اعزاز ملنے پر یہ خط لکھا گیا تھا۔

☆☆ حضرت شیخؒ سے مراد عبدالقادر جیلانیؒ ہیں جن سے دیوانِ محی منسوب کر دیا گیا ہے۔

خط نمبر۱۴

☆ میرے دوست فضل اللہ فاروقی صاحب کو ڈاکٹر صاحب نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں مقرر کرا دیا تھا۔

خط نمبر۱۵

☆☆ راقم الحروف کو یقین ہے کہ حضرت احمد جامؒ اور ظہیر فاریابی سے منسوب شدہ غزلیات کا مطبوعہ دیوان بعد والے ہم نام شاعروں کا کلام ہے اسی لیے یہ استفسار کیا گیا تھا۔

حواشی: ب

خط نمبر۱:

۱۔ **سید حسن غزنوی:** شاعر کا نام حسن تھا اور حسینی سید ہونے کے سبب شاعر کے القاب مختلف تذکروں میں مختلف ہیں ''تاج الدین'' دو جگہ ہے اشرف الدین لقب ہے۔ وطن کے متعلق سب تذکرے متفق ہیں کہ وہ غزنین کا تھا۔ شاعر کے سال ولادت کے متعلق سب تاریخیں اور تذکرے خاموش ہیں۔۔۔۔ ایک اندازے کے مطابق وہ ۱۰۷۸ء تک ضرور پیدا ہو چکے ہوں گے یہ گمان ہے قطعی فیصلہ نہیں۔ تمۂ صوان الحکمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ سید اشرف حسن غزنوی کے استاد محمد بن مسعود غزنوی تھے جو فلسفی ادیب اور مہندس تھے۔ حسن غزنوی کا صرف کلیات ہی ملتا ہے بقیہ تصانیف نہیں ملتی اس پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے استاد سے صرف ادب کی تعلیم حاصل کی۔ شاعر کا کلام دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سنائی کا ہم عصر تھا۔ حسن غزنوی کی مقبولیت کا ایک سبب بہرام شاہ کے ایک سکے پر اس کا شعر کندہ ہے۔ قرین قیاس ہے کہ شاعر کا انتقال ۵۵۶ھ/۱۱۶۱ھ میں ہوا۔ (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو'' سید حسن غزنوی حیات اور ادبی کارنامے'' از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ادارۂ یادگارِ شیفتہ، لاہور)

۲۔ **دیوانِ حسن، سید حسن غزنوی کا دیوان:** ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ دو حصوں پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر مسرور احمد زئی اپنے پی ایچ ڈی مقالے میں لکھتے ہیں کہ: '' یہ مقالہ ۱۹۴۶ء میں مکمل ہوا۔ مقالے کے دو حصے تھے، ایک شاعر سے متعلق تھا جو اردو میں تھا اور دوسرا شاعر کے ممدوح بہرام شاہ سے متعلق تھا اور وہ انگریزی میں تھا۔۔۔ آپ کو شاعر سے متعلق اردو حصے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی۔'' (ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان: حیات اور علمی و ادبی کارنامے، ڈاکٹر مسرور احمد زئی، ادارۂ انوارِ ادب، حیدر آباد، ۲۰۰۶ء)

۳۔ **حافظ محمود شیرانی** (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۶ء) ٹونک میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں اورینٹل کالج لاہور سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ قانون کی تعلیم کے لیے لندن چلے گئے۔ وہاں سر ٹامس آرنلڈ نے انھیں اپنا ریسرچ کے کام کے لیے مددگار بنا لیا۔ لندن سے واپسی پر اسلامیہ اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

قلمی کتابیں اور تاریخی سکے جمع کرنا ان کا مشغلہ تھا۔ وہ خطاطی، مصوری اور نقاشی سے بھی دل چسپی رکھتے تھے، انھیں فارسی اور اردو زبان و ادب پر عبور حاصل تھا۔ انھوں نے قابوس نامہ اور فردوسی کے شاہ نامہ پر کئی مضامین لکھے ان کی ''تنقید شعر العجم''، شبلی کی ''شعر العجم'' کی تاریخی غلطیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ قدرت اللہ قاسم کے تذکرہ ''مجموعہ نغز'' کو مبسوط مقدمے کے ساتھ شائع کیا۔ ''پنجاب میں اُردو'' کے بعد آپ کو ماہرِ لسانیات بھی سمجھا جانے لگا۔ آپ کے مقالات دو جلدوں میں ''مقالاتِ شیرانی'' کے نام سے مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۶۶ء میں شائع کیے۔ (انسائیکلو پیڈیا ادبیاتِ عالم، اسلام آباد، اکادمی ادبیات، ص۴۷)

۴ علوم مشرقیہ کی تحقیق کا ماہ وار جریدہ اورینٹل کالج میگزین، فروری ۱۹۲۵ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ پروفیسر محمد شفیع اس کے مدیرِ اوّل تھے۔ اغراض و مقاصد کے تحت لکھا گیا کہ اس پرچے کا مقصد طلبا میں شوق پیدا کرنے کے علاوہ علوم مشرقیہ کی تحریک اور تقویت بھی ہے۔ چنانچہ ایسے مضامین کو فوقیت دینے کا اعلان کیا گیا جن میں مضمون نگاروں نے اپنی ذاتی تحقیق سے نتائج اخذ کیے ہوں۔ اس ضمن میں مفید قلمی رسائل کی اشاعت میں بھی دل چسپی کا اظہار کیا گیا اور جریدے کے اس مزاج کو زمانۂ حال تک قائم رکھنے میں کامیابی حاصل کی گئی۔ (ڈاکٹر انور سدید، ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء)

۵ پنجاب یونیورسٹی میں حافظ محمود شیرانی کا تقرر بہ حیثیت لیکچرر یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ہوا۔ ۵۵ سال ہونے پر ان کی ملازمت ختم ہونے لگی تو ان کی حسن کارکردگی کے صلے میں ان کی مدتِ ملازمت میں دو سال کی توسیع کر دی گئی۔ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۴۰ء سے وہ ساڑھے آٹھ ماہ کی فرلو پر روانہ ہوئے۔ فرلو کے ختم ہونے پر ان کا سلسلۂ ملازمت یونیورسٹی بالکل ختم ہوا۔'' (مقالات محمد شفیع، جلد سوم، احمد ربانی، (مرتب) مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۳۴۱)

۶ **بہرام شاہ:** یہ سلطان مسعود سوم کا بیٹا اور ملک ارسلان کا بھائی تھا۔ ملک ارسلان کی تخت نشینی کے وقت تکین آباد میں تھا۔ بہرام شاہ تکین آباد سے کرمان گیا جہاں سلطان سنجر نے اس کی بہت قدر کی پھر ایک لشکرِ جرار کے ساتھ ۵۱۰ھ میں بہرام شاہ کو لے کر خود بھی غزنین کی طرف روانہ ہوا۔ ۲؍شوال ۵۱۰ھ کو سنجر غزنہ میں داخل ہوا اور بہرام شاہ کو تخت نشین کرایا۔ ایک ہزار دینار یومیہ خراج مقرر کیا۔ ملک ارسلان کے ایک بار پھر بہرام شاہ پر حملہ کیا لیکن شکست فاش ہوئی اور قتل ہوا۔ بہرام شاہ کا علم سیاہ تھا۔ علم میں شیر کی تصویر تھی اور ہلال بھی تھا۔ بہرام شاہ کا چتر سیاہ تھا اور تاج سفید تھا۔ علاء الدین حسین جب غور کا حاکم ہوا تو جلد ہی وہ ایک بڑی فوج لے کر غزنہ پر حملہ آور ہوا اور بہرام شاہ کو شکست فاش دی۔ علاء الدین کی ہرات کے مقام پر سنجر سے جنگ ہوئی جس میں اسے شکست ہوئی یوں ۵۴۷ھ میں بہرام شاہ پھر غزنہ واپس آیا۔ بہرام شاہ ۵۴۷ھ کے بعد ۵۵۲ھ تک زندہ رہا۔ (اردو دائرۂ اسلامیہ، جلد ۵، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۱۲۵۔۱۲۹)

خط نمبر ۲:

۱ **آدابِ الحرب:** کتاب ''آداب الحرب والشجاعۃ''، علم حرب پر ایک تصنیف ہے جس کا مصنف شریف محمد بن منصور مقلب بمبارک شاہ معروف بفخر مدبر قریشی ہے۔ شریف محمد نے ''آدابِ الحرب'' کو سلطان شمس الدین التمش کے نام معنون کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۶۰۷ھ اور ۶۳۳ھ کے درمیان لکھی گئی جو التمش کی حکومت کا زمانہ ہے۔ یہ فن حرب پر نہایت اہم اور نادر تصنیف ہے[۱] ''آدابِ الحرب'' کی ایک دوسری روایت ہے جو ''آدابِ الملوک و کنایۃ المملوک'' کے نام سے ہے...اس میں اور ''آدابِ الحرب'' میں بنیادی فرق یہ ہے کہ آدابِ الحرب میں ۳۴ ابواب ہیں اور آداب الملوک میں چھے ابواب زائد ہیں...''آدابِ الملوک''، ''آدابِ الحرب'' کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ جس میں کافی تجرید نظر ہوئی جگہ جگہ عبارتوں میں تبدیلی اور مطالب میں کمی بیشی کی گئی اور چھے ابواب کا اضافہ کر کے اس کا دوسرا عنوان قرار دیا گیا[۲] (۱۔ محمد شفیع: مرتب احمد ربانی (ایم۔اے) مقالات محمد شفیع مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۲۵۲۔ ۲۔ مضمون: ''فخرِ مدبر اور اس کی شجرۂ نسب'' از ڈاکٹر نذیر احمد مضمون مشمولہ ''تحقیق'' شمارہ (۱۰۔۱۱)، شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ص ۱۰۲۔)

۲ **شجرۂ انساب:** فخرِ مدبر کی دوسری کتاب شجرۂ انساب ہے۔ اس کو دوسرے اور نام ''بحر الانساب'' سے بھی موسوم کیا گیا ہے... ''شجرۃ الانساب'' ۶۰۲ء میں مکمل ہوا تو مصنف نے اسے معز الدین محمد بن سام کی خدمت میں پیش کرنا چاہا مگر اس میں کچھ رکاوٹ ہوگئی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا جب قطب الدین ایبک تخت نشین ہوا تو یہ ضخیم کتاب اس کی خدمت میں پیش کی گئی۔ (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو: مضمون بہ عنوان'' فخرِ مدبر اور اس کا شجرۂ نسب از ڈاکٹر نذیر احمد مشمولہ تحقیق شمارہ (۱۰۔۱۱) ص ۱۹۷۔۱۹۸۔

۳۔ **تاریخ مبارک شاہی:** تاریخ مبارک شاہی کے مصنف شریف محمد بن منصور مطقب بمبارک شاہ معروف بفخرِ مدبیر قریشی ہے۔اس کتاب کے دیباچے میں مصنف نے اپنا اور اپنے خاندان کا حال مفصل بیان کیا ہے۔(مقالات محمد شفیع، جلد سوم، احمد ربانی، (مرتب) مجلس ترقی ادب، لاہور،۱۹۷۴ء،ص۳۴۱)

خط نمبر۳:

ا۔ **رشیدالدین وطواط:** رشیدالدین وطواط ایک ایرانی شاعر، باشندۂ بلخ اصل نام محمد بن عبدالجلیل العمری، پست، قامت اور حقیر صورت کے باعث اس کا لقب وطواط(ابابیل) پڑ گیا تھا۔ایسے سلطان سنجر سلجوقی اور خوارزم شاہ اتسنر کے عہد میں عروج نصیب ہوا۔وہ اتسز کا کاتب اور درباری شاعر تھا۔۹۷ برس کی عمر پا کر ۱۱۸۱۔۱۱۸۲ھ میں وفات پائی۔منظومات کے علاوہ اس نے کچھ کتابیں نثر میں چھوڑی ہیں''مطلوبِ کلِ طالب''،'' حدائق السحر''،''فارسی دیوان''،''عربی دیوان'' ان میں سے چند ایک ہیں۔(دائرۃ المعارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص۶۵۹۔۶۶۰)

خط نمبر۶:

ا۔ **معجم البلدان:** دورِعباسی کے خاتمے پر دنیائے اسلام کے سب سے بڑے جغرافیہ دان یاقوت بن عبداللہ الحموی نے عالم گیر شہرت حاصل کی یاقوت کا زمانہ ۱۹۷۹ء سے ۱۲۲۹ء تک کا ہے۔''معجم البلدان''(جغرافیائی ڈکشنری) ان کی تصنیف ہے ۔اس کتاب کا مسودہ موصل میں ۱۲۲۴ء میں مکمل ہوا اور اس کی آخری تدوین ۱۲۲۸ میں حلب میں ہوئی۔''معجم البلدان'' میں مقامات کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے ہیں جغرافیائی واقفیت کے علاوہ یہ ڈکشنری تاریخ، نیچرل سائنس اور انسانی نسلوں کے علم کا بھی بے نظیر ماخذ ہے۔(اردو انسائیکلوپیڈیا، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور،۱۹۸۴ء،ص۹۳۶ تا ۹۳۷)

۲۔ **طبقاتِ ناصری:** ''طبقاتِ ناصری'' تیئیس طبقات پر مشتمل ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے عمومی تاریخ ہے یہ تاریخ منہاج الدین جوزجانی نے ۶۵۸ھ میں تحریر کی اور خاندانِ غلاماں کے سلطان ناصرالدین محمود کے نام سے معنون کی ہے۔(یحیٰ ابن احمد سرہندی:''تاریخ مبارک شاہی''، ترجمہ ڈاکٹر آفتاب اصغر''، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص۳۷)

۳۔ **ابن اثیر:** (۱۱۶۰۔۱۲۳۲ھ) مورخ، پورا نام عزالدین ابن الاثیر، الجریرہ (الجزائر) میں پیدا ہوئے۔موصل اور بغداد میں تعلیم حاصل کی اور شام کی سیاحت کے بعد بقایا زندگی موصل کے مضافات میں ہی گزار دی۔عرب مورخین میں ابن اثیر کا پایہ بہت بلند ہے۔اُس کی تصانیف میں الکامل فی التاریخ، تاریخ دولۃ الاتا کیہ، اسد الغابۃ فی معروفۃ الصحابۃ اور اللباب بہت مشہور ہے۔(مقصود ایاز، محمد ناصر(مرتب)، شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور،ص۴۹)

۴۔ **طبقات الشافعیۃ الکبریٰ:** اس کتاب کے مولف تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن علی عبدالکافی رسبکی ہیں یہ کتاب پہلی بار مصر سے ۱۳۲۴ھ کو الحسینی پرنٹنگ سے شائع ہوئی جب کہ دوسری بار نظر ثانی کے بعد پروفیسر محمود الحق الطناحی اور عبدالفتاح محمد ۱۳۸۳ میں دوبار شائع کی۔(https/ar.m.wikipedia.org)

۵۔ **تاریخ بیہق:** ''تاریخ بیہق''، امام ابوالحسن علی بن ابی قاسم زید بیہقی کی تصنیف ہے جو فارسی میں ہے۔مصنف نے کتاب کے شروع میں علاقہ بیہق کے ان بارہ حصوں کی تفصیل دی ہے جو امیر خراساں عبداللہ طاہر کے زمانے میں منقسم ہے کتاب کہ پہلے حصے کا نام ''اعلیٰ الرستاق'' لکھا ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اور ایک برلن میں۔(مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو:''احمد ربانی مرتب، مقالات محمد شفیع'' جلد دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء کی حواشی ،ص۳۵۱)

۱۔ **علی زید بیہقی:** امام ابوالحسن علی بن ابی القاسم زید بیہقی قصات بیہق کے ایک مشہور خاندان سے تھے ان کی ولادت ۴۹۹ء میں ہوئی اور ۵۶۵ھ میں وفات پائی ان کی تصانیف کی مکمل فہرست یاقوت نے معجم البلدان میں دی ہے۔ (احمد ربانی: مرتب ''مقالاتِ شفیع'' جلد دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۳۵۱۔)

خط نمبر ۷:

۱۔ **نزہت القلوب:** حمد اللہ مستونی: ''نزہت القلوب'' طبع لیسر یخ Le strange لائیڈن، ۱۹۱۳ء کا ۱۹۱۹ء GMXIII (اردو دائرۃ معارفِ اسلامیہ، جلد ۵، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ج)

۲۔ **حدود العالم:** حدود العالم The Regious of the world، مترجم منورسکی V. Minor sky لنڈن ۱۹۳۷ء (GMS,XI سلسلۂ جدید۔ (اردو دائرۃ معارفِ اسلامیہ، ج ۲/۱۴، ص ج)

خط نمبر ۸:

۱۔ **ارسلان:** ابوالملوک سلطان مسعود کا بیٹا ملک ارسلان ۵۰۹ھ میں تخت پر متمکن ہوا۔۔۔ وہ بڑا بہادر، جواں مرد، شجاع اور جنگ جو تھا۔ طبقاتِ ناصری کے مطابق: بادشاہ ہوتے ہی اس نے اپنی سوتیلی والدہ مہدِ عراق سے اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ اس لیے سلطان سلجوقی اس کا دشمن بن گیا اور بہرام شاہ کا معاون بن کر غزنہ پہنچ گیا ملک ارسلان نے سلطان سنجر سے جنگ کی شکست کھائی اور ہندوستان کی طرف چلا گیا وہاں بھی خستہ حالی میں رہا۔ ۵۱۱ھ میں انتقال کیا وفات کے وقت پینتیس سال کی عمر تھی۔ (منہاج السراج: طبقاتِ ناصری، جلد اوّل، مترجم غلام رسول مہر، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۴۳۱)

مسعود سوم غزنوی کی وصیت کے مطابق اس کا بڑا لڑکا شیر زاد تخت نشین ہوا۔ شعرائے معاصرین مثلاً ابوالفرج روئی اور مسعود سعد سلمان کے بعض قصاید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عسیرزادا اپنے والد کی زندگی میں والی اور سپہ سالار رہ چکا تھا اور ''عضد الدولہ'' اس کا لقب تھا لیکن خود اس کی یک سالہ حکومت کے مطابق کوئی خاص علم نہیں ہے شاید اس لیے کہ اس کے تخت نشین ہوتے ہی بھائیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی اور ملک ارسلان نے اپنے بھائی شیر زاد کو قتل کر دیا اور دوسرے بھائیوں کو یا تو قید کر دیا یا قتل کر دیا لیکن ایک بھائی بہرام شاہ جو تکین آباد میں اپنے باپ کے ساتھ اس کی وفات سے پہلے تک تھا بھاگ نکلا۔ ملک ارسلان نے جب میدان صاف پایا تو غزنین میں ''والسطان الاعظم سلطان الدولہ'' کے لقب سے چہار شنبہ ۶ رشوال ۵۰۹ھ کو تخت نشین ہوا۔ ملک ارسلان کے سکوں کیا یک جانب ''السلطان الاعظم'' کندہ تھا اور دوسری طرف ہندی رسم الخط میں ''سرگاؤ'' اور اس کے اوپر ''شری سمنتا دیو'' کندہ تھا۔ سنجر کی فوج نے ملک ارسلان کو بہرام شاہ کے حوالے کر دیا تو اس نے کچھ عرصے تک تو اسے قید میں رکھا لیکن پھر رہا کر دیا ارسلان نے پھر ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی تو بہرام شاہ نے اسے جمادی الاخر ۵۱۲ھ میں قتل کر دیا اور وہیں غزنین میں اپنے والد مسعود سوم کی قبر کے پاس دفن کر دیا۔ (اردو دائرۃ المعارف، جلد ۲۱، لاہور پنجاب، ۱۹۸۷ء، ص ۵۷۱۔۵۷۳)

۲۔ **مہدِ عراق:** مہدِ عراق، چغر بیگ ابوسلیمان داؤد کی لڑکی تھی جو غالباً عراق میں رہنے کی وجہ سے ''مہدِ عراق'' کے لقب سے مشہور ہوئی۔ (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ''چند فارسی شعرا''، المصطفیٰ اکادمی، حیدرآباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۶۲)

۳۔ طبقاتِ ناصری: جلد اوّل میں ص ۴۳: پر ''مہدِ عراق'' کو ملک ارسلان کی سوتیلی ماں بتایا گیا ہے۔ جب کہ ''چند فارسی شعرا'' میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ''دیوانِ مسعود سعد سلیمان کے اشعار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اگر شاعرانہ مبالغہ نہ ہو۔ بلکہ حقیقت ہو تو بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ صرف ملک ارسلان ہی ان دو خاندانوں سے تعلق رکھتا تھا ۰۰۰ اس بات کی مزید وضاحت حواشی میں اس طرح کرتے ہیں کہ ''اگر مہدِ عراق ارسلان کی ماں نہ ہوتی تو وہ سنجر کے پاس اسے تحائف کے ساتھ بہرام شاہ کے خلاف کیوں بھیجتا۔ (چند فارسی شعرا ص ۲۶۲)

۴۔ **مسعود سعد سلیمان:** جب غزنوی حکومت کی شہرت عام تھی مسعود سعد سلمان کی ولادت لاہور میں ہوئی مسعود کا سال تولد کا تذکرہ نویس نے نہیں لکھا البتہ محمد قزوینی نے اس کا تولد ۴۳۸ اور ۴۴۰ھ کے مابین بتایا ہے ان کے والد اور دادا دربارِ غزنویہ سے تعلق رکھتے تھے والد کے انتقال کے بعد آپ غزنی دربار سے وابستہ ہوئے۔ سیف الدولہ کے عہد میں مسعود کو ''دیوانِ رسالت'' کا منصب ملا یہ دور بڑا آسودہ تھا۔ اس کے بعد مسعود نے اپنی زندگی کے اٹھارہ سال سیاسی تہمت کی وجہ سے قید و بند میں گزارے مسعود کا فارسی دیوان مشہور صوفی شاعر سنائی نے مرتب کیا۔ (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلد ۲۱، ص ۳ تا ۱۲)

۵۔ **طغرل بیگ:** رکن الدین ابو طالب (دورِ حکومت ۱۰۳۷ء۔ ۱۰۶۳ء) ایران کے سلجوقی خاندان کا بانی، مشہور فاتح، ترکان غز کی اولاد تھا جو بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ باپ کا نام میکائیل تھا۔ پہلے سلطان مسعود غزنوی کی حمایت میں لڑتا رہا مگر بعد میں نیشاپور پر قابض ہو گیا اور خراساں کا خود مختار فرماں روا بن گیا (شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۴۲۷)

۶۔ **الپ ارسلان:** الپ ارسلان ۲ر محرم ۴۲۱ھ (۱۰ر جنوری ۱۰۳۰ء) کو پیدا ہوا۔ باپ کی وفات پر ۴۵۱ھ میں اس کا تخت نشین بنا کیوں کہ اس کے چچا طغرل بیگ کے کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی اس لیے وہ چچا کا جانشین بھی بن گیا تھا گویا طغرل کی وفات پر الپ ارسلان تمام سلجوقی مقبوضات کا حکمران بن گیا۔ الپ ارسلان نے ۱۴ سال حکومت کی۔ آپ نے ۴۶۵ھ میں شہادت پائی۔ (طبقاتِ ناصری، جلد اوّل، ص ۴۵۱۔ ۴۵۷)

۷۔ **سنجر:** سلطانِ اعظم معز الدنیا والدین سنجر بن ملک شاہ بہت بڑا اور عالی قدر بادشاہ تھا۔ وہ علاقہ سنجار میں ۴۷۹ھ میں پیدا ہوا اور لگ بھگ باسٹھ سال حکومت کی ۵۵۲ھ کو مرو میں وفات پائی اس وقت سنجر کی عمر تہتر سال سے کچھ اوپر تھی۔ (طبقاتِ ناصری، ص ۴۶۱۔ ۴۶۹)

بہرام شاہ: یہ سلطان مسعود سوم کا بیٹا اور ملک ارسلان کا بھائی تھا۔ ملک ارسلان کی تخت نشینی کے وقت تکین آباد تھا۔ بہرام شاہ تکین آباد سے کرمان گیا جہاں سلطان سنجر نے اس کی بہت قدر کی پھر ایک لشکر جرار کے ساتھ ۵۱۰ھ میں بہرام شاہ کو لے کر خود بھی غزنین کی طرف روانہ ہوا۔ ۲۰ر شوال ۵۱۰ھ کو سنجر غزنہ میں داخل ہوا اور بہرام شاہ کو تخت نشین کرایا۔ ایک ہزار دینار یومیہ خراج مقرر کیا۔ ملک ارسلان کے ایک بار پھر بہرام شاہ پر حملہ کیا لیکن شکست فاش ہوئی اور پھر قتل ہوا۔ بہرام شاہ کا علم سیاہ تھا۔ علم میں شیر کی تصویر تھی اور ہلال بھی تھا۔ بہرام شاہ کا چتر سیاہ تھا اور تاج سفید تھا۔ علاء الدین حسین جب غور کا حاکم ہوا تو جلد ہی وہ ایک بڑی فوج لے کر غزنہ پر حملہ آور ہوا اور بہرام شاہ کو شکست فاش دی۔ علاؤ الدین کی ہرات کے مقام پر سنجر سے جنگ ہوئی جس میں اسے شکست ہوئی یوں ۵۴۷ میں بہرام شاہ پھر غزنہ واپس آیا۔ بہرام شاہ ۵۴۷ کے بعد ۵۵۲ تک زندہ رہا۔ (اردو دائرۂ اسلامیہ، جلد ۵، ص ۱۲۵۔ ۱۲۹)

خط نمبر ۹:

۱۔ **ادیب صابر:** ان کے قصاید میں زیادہ تر سید مجد الدین ابو القاسم علی بن جعفر موسوی (رئیس خراساں) کی مدح پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ چند ممدوحین یہ ہیں۔ نصیر الدین محمد بن حسن، علاؤ الدین محمد بن حیدر، جمال الدین عبداللہ وغیرہ۔ ادیب کے ہاں ایک قصیدہ اتسز خوارزم شاہ کی مدح میں پایا جاتا ہے لیکن وہاں وطواط کے مقابلے میں ادیب صابر کی کوئی وقعت نہ تھی غالباً اسی وجہ سے اس نے وطواط کی ہجو فتیح لکھی قیاس کے مطابق ادیب کی وفات ۵۴۶ یا ۵۴۷ کے پہے نہ ہوئی ہوگی۔ (مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ''چند فارسی شعرا''، ص ۲۸۶۔ ۲۹۲)

۲۔ **سوزنی:** فارسی کے ہجو نگار شاعر سوزنی کے متعلق معلومات محدود ہیں کیوں کہ وہ ایسے عہد سے تعلق رکھتا تھا جسے باہولڈ اسلامی تاریخ کے تاریک ترین صفحات سے تعبیر کرتا ہے۔ ...شاعر کے قیام کے دو مقام تھے سمرقند اور بخارا۔ سوزنی کا قدیم ترین قصیدہ ارسلان خان محمد بن سلیمان کی مدح میں ملتا ہے جو چھٹی صدی ہجری کے پہلے ربع میں بخارا کا حاکم تھا۔ دولت شاہ اور پروفیسر براؤن (ج ۲، ص ۳۴۳) نے شاعر کے انتقال کا سال ۵۶۹ھ/ ۱۱۷۳ھ لکھا ہے۔ (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو: ''چند فارسی شعرا''، ص ۹۰۔ ۹۴)

۴ـ **عمادی غزنوی یا عمادی شہریار:** دراصل ایک ہی شاعر کے دومختلف نام ہیں اور ''آتش کدہ آذر'' اور ''مجمع الفصحا'' جیسی کتابوں کی وجہ سے اس تخلص کے دوشاعر سمجھ لیے گئے ہیں۔ان کا قدیم ترین کلام جو دستیاب ہوسکا ہے وہ سلجوقی سلطان ملک شاہ کے بھائی ملک ارغون کی مدح میں ہے۔(مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مضمون: ''عمادی غزنوی یا عمادی شہریار''، ''تحقیق''، شمارہ ۱۰۔۱۱،ص ۶۰۰)

۵ **نجیب الدین جرباذقانی:** نجیب الدین کا تعلق جرباذقان سے ہے جو قم اور کاشان کے قریب ہے۔اس کے کلام میں ارسلان بن طغرل بن محمد کا نام غالباً سب سے قدیم ہے۔قرین قیاس ہے کہ یہ قصیدہ ارسلان بن طغرل کے آخری عہد میں لکھا گیا ہوگا جب کہ شاعر کم از کم ۲۵ سال کا رہا ہو گا۔نجیب الدین نے جمال الدین ای ابہ کی مدح میں بکثرت قصیدے لکھے خاص ممدوح نجیب الدین کا جمال الدین تھا جس کے کارناموں سے راحۃ الصدور اور زبدۃ النصرۃ وغیرہ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔نجیب الدین کے کلام میں ساٹھ قصیدے، تین ترکیب بند، چند غزلیں اور سات رباعیاں (جن میں ایک ''دو بیتی'' بھی شامل ہے ملتی ہیں۔برٹش میوزیم والے نسخے میں بھی قریب قریب اتنا ہی کلام ہے۔قصائد میں نجیب الدین نے خاص کوشش کی ہے اور وہ کم از کم ظہیر فاریابی سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔اس کے کلام میں غزلیات بھی ملتی ہیں۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''چند فارسی شعرا''، ص ۱۰۶۔۱۲۹)

۶ **عبدالواسع جبلی:** دولت شاہ لکھتا ہے: یہ شاعر غرجستان کے جبال سے آیا تھا اور ہرات ہوتا ہوا غزنین پہنچا۔جہاں وہ قریب چار سال تک سلطان بہرام شاہ غزنوی کی مدح سرائی کرتا رہا،لیکن بعض تذکروں میں یہ شاعر سنجر کا ہم عصر تھا۔جبلی نے رشید الدین وطواط کی مدح میں بھی کچھ اشعار لکھے ہیں۔انڈیا آفس کیٹلاگ (جلد ۲،ص ۲۳۶) میں جبلی کا سال وفات ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء ملتا ہے۔(مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ''چند فارسی شعرا ص ۷۷۔۸۹۔حیدرآباد''، المصطفےٰ اکادمی، ۱۹۸۹ء)

۷ **معزی:** امیر عبداللہ محمد بن عبدالملک ایرانی دربار کا سب سے مشہور شاعر اس کی جائے پیدائش صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکی، زیادہ تر ماخذ اس کی پیدائش نواح ۴۴۰ھ/۱۰۴۸ء، ۱۰۴۹ء یہ مقام سمرقند بتاتے ہیں لیکن نسا اور نیشاپور بھی اس کے مولد سمجھے جاتے ہیں۔وہ ایک غیر معروف شاعر عبدالملک برہانی کا بیٹا تھا جو سلجوقی سلطان الپ ارسلان کے دربار سے وابستہ تھا۔معزی کو یزد کے والی امیر علی بن فرامرز نے اس کی ملاقات ملک شاہ سے کرادی اس نے سلطان کو اپنے کلام سے محظوظ کیا بیش بہا انعام کے ساتھ سلطان نے اپنے لقب معزالدنیاوالدین کی مناسبت سے اسے معزی کہا اور پھر یہی اس کا تخلص ہوا۔آخری سلجوقی سلطان سنجر کے عہد میں اس کی قدر ومنزلت اور بڑھ گئی اور وہ اس کے دربار کا ملک الشعرا مقرر ہوا۔۔۔معزی نے ۵۴۲ھ میں وفات پائی۔(دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱، لاہور پنجاب یونیورسٹی، ص ۳۷۲)

خط نمبر ۱۰:

۱ ''دیوان محی'' کی جانب اشارہ ہے۔

خط نمبر ۱۱:

۱ **دیوان محی:** ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مقالہ ''دیوانِ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ'' کے عنوان سے تحقیق شمارہ خاص (۱۰۔۱۱) میں شائع ہوا جس میں انھوں نے یہ مدلل انداز میں ثابت کیا ہے کہ ''دیوان محی'' حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی کا نہیں ہے۔یہ دیوان نول کشور نے کان پور سے ۱۸۸۳ء (بارِ پنجم) شائع کیا تھا۔(مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو: ''تحقیق'' شمارہ ۱۰۔۱۱، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ص ۳۵۹۔۳۶۱)

۲ اس بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان فرماتے ہیں کہ ''میرے استاد پروفیسر ضیاء احمد بدایونی'' نے فرمایا تھا کہ یہ دیوان محی لاری (م ۹۳۳ء) کا ہے۔(''تحقیق''، شمارہ ۱۰۔۱۱، سندھ یونیورسٹی، جام شورو ص ۳۶۱)

خط نمبر۱۲:

۱ **روزنامہ مہران:** یہ روزنامہ حیدرآباد سندھ سے شائع ہوتا ہے۔اس کے معروف مدیران میں سیّد سردار علی شاہ اور شمشیر الحیدری مشہور ہیں۔

۲ **سنائی:** حکیم سنائی کا نام مجدود تھا اور کنیت ابوالمجد تھی۔ان کا مولد غزنین تھا۔ولادت ۴۶۴ھ/۱۰۷۱ء کے قریب ہوئی آپ کی تصانیف میں کارنامۂ بلخ (مثنوی) مثنوی طریق التحقیق، غیب نامہ، تجربہ'' العلم'' سیر العباد الی العباد کا کارنامہ، عشق نامہ، عقل نامہ وغیرہ۔شبلی کے شعر العجم (ج ۱ص۹۱) میں لکھا کہ پہلی مرتبہ سنائی ہی نے تصوف کے اسرار کو شاعری میں روشناس کرایا اور اخلاقی شاعری کی بنیاد ڈالی۔(دائرۃ معارف، جلد ۱۱، ص ۳۱۴۔۳۱۷)

بہرام شاہ کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے لیکن طبعیت میں اچانک انقلاب کے باعث دربارداری ختم کر کے صرف عرفانی اور اخلاقی مطالب پر شعر کہنے لگے آپ کی مثنوی'' حدیقہ'' فارسی زبان میں پہلی مثنوی ہے جو تصوف کے اہم مطالب کا خزینہ شمار ہوتی ہے (شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۷۱)

۳ **انوری:** اوحد الدین محمد بن علی بن اسحاق (۵۶۴ھ/۱۱۶۸ء) جس کا شمار شاہانِ سلجوقیہ بالخصوص سنجر کے عہد میں فارسی کے عظیم شعرا میں ہوتا ہے۔انوری کی جائے پیدائش کے بارے میں روایات مختلف ہیں اس سلسلے میں ابیورد، خاوران، بدنہ اور مہنہ مذکورہ ہوئے ہیں لیکن دولت شاہ لکھتا ہے کہ اس کی اصل ابیورد کی ولایت کے بدنہ گاؤں سے ہے، جو ہند کی طرف واقع ہے۔یہاں صحرا کو دشتِ خاوران کہا جاتا ہے ۔انوری کی وفات کے بارے میں تذکرہ نویسوں کی آرا مختلف ہے۔۔۔ان مختلف سنین کے پیشِ نظر انوری کا سال وفات متعین نہیں کیا جا سکتا۔انوری نے علمی موضوعات پر بہت سی کتابیں تالیف کیں لیکن سب ضائع ہو چکی ہیں آج صرف اس کی کلیات موجود ہے۔(چند فارسی شعرا، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان)

۴ **سعدی شیرازی:** مصلح الدین لقب اور سعدی تخلص تھا۔ان کے والد اتابک سعد بن زنگی بادشاہ شیراز کے ملازم تھے سال ولادت معلوم نہیں وفات کی نسبت سب متفق ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ہوئی۔عمر کی مدت عام تذکروں میں ۱۰۲ برس کی لکھی ہے اس حساب سے سال ولادت ۵۸۹ ہوگا۔آپ کی تصانیف میں ۱۔قافیہ میم ۲۔بوستان، گلستان، طیبات، بدائع خواتیم، قصائدِ فارسیہ، مراثی، مثلثات، قصائد بیہ، ترجیعات، مقطعات، مجلس ہزل، ہزلیات، مطائبات، رباعیات، مفردات۔(مزید مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو: شعر العجم، حصہ دوم، شبلی نعمانی، لاہور، عشرت پبلی شنگ ہاؤس، س ن، ص ۲۲ تا ۳۸۔)

خط نمبر۱۴:

۱ **مقریزی:** ابوالعباس تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر الحسینی مصری، مورخ۔پیدائش ۷۶۶ھ (۱۳۶۴۔۱۳۶۵ء) میں قاہرہ میں ہوئی وہ ابن الصائغ حنفی کے پوتے تھے جنھوں نے اپنے عقائد کے مطابق انھیں تعلیم دلائی لیکن بالغ ہونے پر انھوں نے شافعی مذہب اختیار کر لیا، حنفی مذہب پر حملے کیے۔بلکہ ظاہریہ مسلک کے رجحان کا اظہار بھی ہو گیا۔وہ شروع میں قاہرہ کے نائب قاضی مقرر ہوئے اور ترقی کر کے الحاکمیہ کے شیخ جامعہ ہو گئے اور پھر مدرسہ المویدیہ میں استاد مقرر ہوئے ۸۱۱ھ/۱۴۰۸ء میں انھیں القلانیہ کا مہتمم اوقاف مقرر کر کے دمشق میں تبدیل کر دیا گیا، جہاں دارالشفاء نوری کا اہتمام بھی ان کے سپرد ہوا اور اس کے علاوہ دمشق کے الاشرافیہ اور الاقبالیہ مدرسوں میں بھی معلم کے طور پر مطمور رہو نے کوئی دس برس کے بعد وہ خود قاہرہ واپس آ گئے تا کہ ایک عام شہری کی طرح زندگی بسر کریں اور علمی مشاغل میں منہمک رہیں ۸۳۴ھ/۱۴۳۰ء میں حج کرنے کے بعد وہ پانچ سال تک مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہے اور وہیں طویل علالت کے بعد جمعرات کے روز ۲۷ ر رمضان المبارک ۸۴۵ھ بہ مطابق ۹ رفروری ۱۴۴۲ء کو انتقال کیا۔ان کی تصنیفات میں خطط، السلوک لمعرفہ دول الملوک۔

انھوں نے مصر کے بادشاہوں، حکمرانوں اور مشاہیر کے سوانح ۸ جلدوں میں لکھنے کا تہیہ کیا جس کا نام انھوں نے المقفیٰ رکھا لیکن ان میں سے

صرف ۱۶ جلدیں مکمل کر سکے۔ معاصرین کی سوانح کا مجموعۂ درر العقود الفریدۃ فی تراجم الدعیان المضید ۃ تھا اور جسے وہ حروفِ ابجد کے حساب سے مرتب کرنا چاہتے تھے نامکمل رہا۔ انھوں نے مختلف تاریخی مسائل پر کسی علیحدہ علیحدہ مقالے بھی لکھ جو دو جلدوں میں محفوظ ہیں (مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو: ''دائرہ المعارف'' جلد۲۱، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء، ص۴۴۶)

۲۔ **میخانہ:** ''تذکرۂ میخانہ'' تالیف ملاعبدالنبی فخرالزمانی قزوینی نے اس کا پہلا ایڈیشن ۱۰۲۸ء میں مکمل کیا، اس کے اگلے سال دوسرا ایڈیشن مرتب کیا جس میں ساقی نامہ ملکی قزوینی اور ترجیع بند فغفور کا اضافہ کیا اور بعض مقامات پر بھی کچھ تبدیلیاں کیں۔ میخانہ کے مرتبہ اوّل میں ۲۶ شعرا کے ساقینامہ درج ہیں جو فوت ہو چکے تھے۔ میخانہ کے دوسرے مرتبے ملاعبدالنبی نے اپنے سمیت بیس شعرا کے ساقی نامے دیئے ہیں جو ابھی قیدِ جہات میں تھے۔ (مقالاتِ مولوی شفیع، جلد چہارم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص۲۹)

۳۔ **مطلع السعدین:** مولانا کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی نے یہ کتاب ۸۸۰ء میں مکمل کی اس کا موضوع تاریخ ہے کتاب تہران سے شائع ہوئی۔

خط نمبر ۱۷:

۱۔ **ظہیر:** فارسی کے مشہور شاعر ظہیر فارابی (المتوفی ۵۹۸ھ) سے غزلیات کا ایک دیوان منسوب کر دیا گیا تھا جو نول کشور پریس لکھنؤ سے ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا۔۔۔ لیکن غزلیات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ ظہیر فاریابی کا نہیں وہ ظہیر یقیناً بعد کے عہد سے تعلق رکھتا ہو گا۔ (''تحقیق''، شمارہ ۱۰۔۱۱، سندھ یونیورسٹی، جام شورو ص ۵۷۱۔۵۷۳)

۲۔ غالباً یہ سہد پورہ۔ جو سید پور ہے۔ حیدرآباد سے بدین جاتے ہوئے، بدین سے ۲۰ کلومیٹر پہلے دائیں جانب ہے۔ یا پھر یہ سعد آباد ہے جو حیدرآباد سے ہالا روڈ پر، ہالا سے لگ بھگ ۱۷ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ لیکن اس کا موجودہ نام سعید پور ہے۔

فہرستِ اسنادِ محوّلہ:

۱۔ خان، مصطفےٰ، غلام، ڈاکٹر: ۱۹۸۹ء، ''چند فارسی شعرا''، المصطفےٰ اکادمی، حیدرآباد۔

۲۔ ________: س ن، ''سید حسن غزنوی حیات اور ادبی کارنامے''، ادارۂ یادگارِ شعبۂ، بہ اشتراک پاکستان رائٹرس کوآپریٹیو سوسائٹی، لاہور۔

۳۔ ________: ۱۹۹۲ء، ''سراج البیان''، گاباسنز، کراچی۔

۴۔ ربانی، احمد مرتب: س ن، ''مقالاتِ محمد شفیع''، جلد اوّل مجلس ترقی ادب، لاہور۔

۵۔ ________: ۱۹۷۲ء، ''مقالاتِ محمد شفیع''، جلد دوم مجلس ترقی ادب، لاہور۔

۶۔ ________: ۱۹۷۴ء، ''مقالاتِ محمد شفیع''، جلد سوم مجلس ترقی ادب، لاہور۔

۷۔ ________: ۱۹۷۶ء، ''مقالاتِ محمد شفیع''، جلد چہارم مجلس ترقی ادب، لاہور۔

۸۔ خان، احمد، رشید: ۲۰۰۳ء، ''ہمارے استاد، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان''، ادارۂ انوارِ ادب، حیدرآباد۔

۹۔ زئی، احمد، مسرور، ڈاکٹر: ۲۰۰۶ء، ''ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان: حیات اور علمی ادبی کارنامے''، ادارۂ انوارِ ادب، حیدرآباد۔

۱۰۔ مہر، رسول، غلام، مترجم: ۱۹۷۵ء، منہاج القرآن ''طبقاتِ ناصری''، جلد اوّل، اردو سائنس بورڈ، لاہور۔

۱۱۔ نعمانی، علامہ، شبلی: س ن، ''شعر العجم''، حصہ دوم، عشرت پبلی شنگ ہاؤس، لاہور۔

۱۲۔ یحییٰ، ابن، احمد: ۲۰۰۴ء، ''تاریخ مبارک شاہی''، مترجم: آفتاب اصغر، اردو سائنس بورڈ، لاہور۔

ب:

۱۔ اردو، دائرۃ المعارفِ الاسلامیہ: ۱۹۷۱ء، جلد ۵، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۲۔ ________________: ۱۹۷۵ء، جلد ۱۱، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۳۔ ________________: ۱۹۸۷ء، جلد ۲۱، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۴۔ ________________: ۱۹۸۹ء، جلد ۲۳، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۵۔ اردو انسائیکلوپیڈیا: ۱۹۸۴ء، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور۔

۶۔ انسائیکلوپیڈیا: س ن، ''ادبیاتِ عالم''، اکادمی ادبیات، اسلام آباد۔

۷۔ مقصود ایاز، محمد ناصر، مرتبین: ۱۹۸۷ء، ''شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا''، شعاعِ ادب، لاہور۔

۸۔ ''تحقیق'': ۱۹۹۶ء، شمارہ ۱۰۔۱۱، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۹۔ https/ar.m.wikipedia.org.